(25)

پہلے ہی سے رسولؐ کی محنت پہ تھا زوال
ہونے لگا دمشق میں جب اور غیر حال
اپنی غرض تھی کوئی نہ اپنا کوئی خیال
انسانیت کا درد تھا ملّت کا تھا سوال
قابض تھے جس پہ غیر وہ اُس کا مقام تھا
وہ ذمہ دارِ خلقِ خدا تھا امام تھا

(26)

مدت سے تھا حسینؑ پہ یہ راز آشکار
ہے دینِ حق کے بھیس میں شاہی کا اقتدار
بالکل بدل گیا ہے مسلمان کا شعار
اسلام کے اصول نہ اخلاقِ خوشگوار
جب سر میں ملک گیری کا سودا سمائے گا
غیروں کے سامنے یہی اسلام جائے گا

(27)

اُس وقت ہر لحاظ سے واجب تھا احتجاج
مرکز بنے ہوئے تھے امیروں کا تخت و تاج
ملّت کو ایسے راہ نما کی تھی احتیاج
ہر اعتبار سے ہو جو پیغمبری مزاج
جو اپنی جان دے کے رہِ حق پہ لا سکے
غم جس شہیدِ ظلم کا مُردے جلا سکے

(28)

اثنائے راہ میں یہ کہا اُس نے بارہا
اندازۂ غلط میں نہ ہو کوئی مبتلا
یہ وہ سفر ہے موت کا ہے جس میں سامنا
یہ انکشافِ راز کلیجہ اُسی کا تھا
یو ں بے نیازِ وقت ہو کس کی مجال ہے
پہلی اور آخری یہ انوکھی مثال ہے

(29)

اکثر ٹھٹک کے رہ گئے منزل کی راہ میں
دُنیا کا طمطراق تھا جن کی نگاہ میں
جو فرق کرسکے نہ سپید و سیاہ میں
جن کی جگہ نہ تھی دلِ ایماں پناہ میں
حُسنِ عمل کا بار اٹھانے سے ڈر گئے
حق کے قریب رہ کے زمانے سے ڈر گئے

(30)

غیر از امامؑ کون ہے اُس دن کا راز داں
کیا کیا تھے معرکے حق و باطل کے درمیاں
حجّت تمام کرنے کا یہ بھی ہے اک نشاں
اُس روز ہم شبیہہ پیمبرؐ نے دی اذاں
فوجِ عدوے دیں میں جو غفلت کا راج تھا
یہ لہجۂ رسولؐ میں اک احتجاج تھا

(31)

تکبیر کی صدا میں وہ توحید کا وقار
اک لفظ میں جلالت و عظمت کا اختصار
وہ اعترافِ رحمت و انعامِ کردگار
صحرائے بے گیاہ میں تسبیح کی بہار
سجدوں کی رفعتوں سے وہ دل بھی ملے ہوئے
پیشانیوں کے نور سے چہرے کھلے ہوئے

(32)

کیا منصبِ عظیم تھا کیا حُسنِ انتخاب
پیشِ خدا ابھی تھا وہ سجدے میں باریاب
نکلی ہٹا کے پردۂ شب صبحِ انقلاب
دیتی ہوئی دعا کہ ترا عزم کامیاب
معبد اسی زمیں پہ محبت بنائے گی
ظلمت چھٹے گی عقل بشر جگمگائے گی

(33)

کچھ حُسن کی نمود تھی کچھ عشق کا مزاج
آیا نظر جو صبر و شجاعت کا امتزاج
حق نے رکھا شہادتِ عظمیٰ کا سر پہ تاج
ملتا ہے آنسوؤں کا جسے مستقل خراج
مٹھی میں تھا لیے ہوئے موت اور حیات کو
کس دبدبے سے فتح کیا کائنات کو

(34)

وہ کربلائے دیدۂ و دل ساحلِ فرات
وہ منزلِ جمال و مقامِ تجلیات
ہونی تھی جس زمین پہ مابین کائنات
ایسی عظیم جنگ جو ہو مقصدِ حیات
قائم ہو جس سے عزتِ معیارِ زندگی
ہوجائیں بے نقاب اداکارِ زندگی

(35)

یہ جنگ انتظامِ شریعت کی جنگ تھی
باطل کی قوتوں سے حقیقت کی جنگ تھی
سرمایہ دار و صاحبِ محنت کی جنگ تھی
یہ حکمتِ بشر سے مشیت کی جنگ تھی
یہ جنگ آخری تھی ہدایت کی راہ میں
مہدئؑ کا انتظار ہے اب رزم گاہ میں

(36)

انسانیت شرافتِ غم سے تھی بے خبر
مظلومیِ حسینؑ کا اللہ رے اثر
ہر سانس خوشگوار ہے ہر آہ معتبر
ہر عیش سے ہے آج یہ جذبہ بلند تر
غم تھے ہزار غم کو یہ عظمت ملی نہ تھی
آنسو تھے آنسوؤں میں حرارت کبھی نہ تھی

(37)

سمجھا نہ کوئی حق کی مشیت کا مدعا
کیا چار اشک ہیں یہ محبت کا مدعا
ایسے عظیم کار شہادت کا مدعا
بربادی و تباہی عترت کا مدعا
اک لمحہ بھی نہ صَرف کیا فکر و غور میں
یہ بات سوچنے کی تھی ہر ایک دور میں

(38)

یا لیتنی کا ذوق اور احساسِ کمتری
محروم ارتقا سے ہیں تنظیم سے بری
عزم و عمل ہے وہ نہ وہ ایثار پروری
مانی ہے کیا زبان ہی سے ان کی سروری
دیتے ہیں مشکلوں میں فقط ان کے واسطے
قربانیاں ہوئی تھیں اسی دن کے واسطے

(39)

جب سے ہوئی ہے خلقتِ دنیائے انس و جن
جب سے بشر کے ذہن میں تاریخ کا ہے سن
بھاری ہر ایک دن سے ہے عشرے کا ایک دن
کتنی قیامتوں میں تھا وہ نفسِ مطمئن
کیا منزلِ جہادِ شۂِ مشرقین ہے
اُس دن کے میں نثار جو یومِ حسینؑ ہے

(40)

پیشانیِ سحر پہ وہ خاکسترِ ملال
تقریر وہ امام کی رَو جس کا تھا محال
لحنِ پیمبریؑ میں وہ کرّار کا جلال
اقدامِ حُر وہ حریت عزم کی مثال
خطبے کے لفظ لفظ میں تھی جانِ حریت
جاری کیا حسینؑ نے فرمانِ حریت

(41)

کیا ربط آج موت کو ہے زندگی کے ساتھ
کتنے ادا شناس ہیں سبطِؑ نبی کے ساتھ
پھر یہ ہجومِ شوق نہ ہوگا کسی کے ساتھ
مرنے کو یوں نہ جائیں گے انساں خوشی کے ساتھ
سن کر سفیرِ مرگ کے قدموں کی آہٹیں
ہونٹوں پہ جمع ہوں گی نہ پھر مسکراہٹیں

(42)

انصار تھے حسینؑ کے کیا کیا وفا پسند
تیور نبیؐ پسند ادائیں خدا پسند
پہلو میں دل ہر ایک کے تھا کربلا پسند
یہ دین کا فروغ تھا دنیا کو ناپسند
گل ہے چراغِ طور پہ قدرت خدا کی ہے
روشن جہاں میں شمع مگر کربلا کی ہے

(43)

نتّوا سے بھی کم تھے اتنی جماعت تھی مختصر
لشکر کے اعتبار سے تنظیم کی مگر
آگے علم بدوش تھے عباسؑ نام ور
ممکن ہے ہو یہ مقصدِ سلطانِ بحر و بر
قلّت میں بھی یہ سطوت و اجلال چاہیے
تنظیم کا خیال بہرحال چاہیے

(44)

انصار میں حبیب کا بھی ہے عجب مقام
کوفے سے کیسا وقت پہ آیا ہے تیز گام
ہوتا ہے یوں خلوصِ عقیدت کا احترام
بنتِ نبیؐ کے خیمے سے آیا اُسے سلام
یہ فخر اپنے ساتھ وہ جاں باز لے گیا
اس تحفۂ سلام کا اعزاز لے گیا

(45)

آیا جو وقت ظہر کا مابینِ کارزار
آگے بڑھا نماز کو حیدرؑ کا ورثہ دار
تیر آرہے تھے لشکرِ اعدا سے بار بار
صف میں بڑھے ظہیر و سعیدِ وفا شعار
یہ جاں نثاریاں تھیں جو رُتبے بڑے ہوئے
اللہ یہ امامؑ سے آگے کھڑے ہوئے

(46)

دنیائے صبر و ضبط میں کیا معتبر رہے
سو زخم کھائے اپنی جگہ پر مگر رہے
کچھ دیر اپنے حال سے بھی بے خبر رہے
جب تک ہوئی نماز یہ سینہ سپر رہے
واجب سے جو اہم تھے فرائض ادا کیے
یہ شیرِ دل نمازِ مودّت پڑھا کیے

(47)

وہ ابن عوسجہ کی شہادت خدا کی شان
وہ سو برس کی عمر کا جنگ آزما جوان
کم سن پسر نے جس کی دکھائی یہ آن بان
بابا کے بعد بڑھ کے فدا کردی اپنی جان
انصار بے مثال عمل بے عدیل ہیں
یہ معرکے حسینؑ کے حق کی دلیل ہیں

(48)

انصار کو جہاد کی پہلے ملی رضا
خاموش تھے ادب سے عزیز اور اقربا
یہ مسئلہ ہے گرچہ بظاہر عجیب سا
شاید امامِ وقت کے پیشِ نظر یہ تھا
مرنا ہی سب کو ہے تو یہ پہلے نہ جائیں کیوں
کچھ دیر اور پیاس کی ایذا اٹھائیں کیوں

(49)

دل ایک عزم ایک تھا اور ایک رہ گزار
لیکن تھا راہ بر پہ ہر اک راز آشکار
ممکن ہے صبر و ضبط کی قوت پہ ہو مدار
یہ بات ہے اگر تو پھر اے دشتِ کار زار
اصغرؑ کے ہاتھ معرکۂ تشنگی رہا
یہ جاں نثار سبطِ نبیؐ آخری رہا

(50)

انصار ہو چکے جو شہادت سے سرفراز
رخصت کو اقربا نے جھکائے سرِ نیاز
کیا کیا وفا پرست تھے عمرِ وفا دراز
مسلمؑ کے لاڈلوں کو یہ حاصل ہے امتیاز
جانیں پدر کی شان سے دیں کیا سعید ہیں
سنتے ہیں اقربا میں یہ پہلے شہید ہیں

(51)

بنتِ علیؑ کے لال وہ گل ہائے جعفری
کچھ سِن پہ منحصر نہ تھی جن کی غضنفری
طفلی نے کی ہے جنگ کے میداں کی رہبری
اس کم سنی میں موت سے کھیلے ہیں کیا جری
دنیا سے ہنستے کھیلتے دونوں چلے گئے
آتے ہوئے شباب کو لوٹا کے لے گئے

(52)

قاسمؑ وہ خانوادۂ ہاشم کا خوش جمال
کیا بچپنے میں تیغ زنی کی ہے بے مثال
دولھا بنا ہُوا تھا وہ زخموں سے تھا یہ حال
سہرا وفا کا اس کی جبیں پر ہے لازوال
دولھا جہاں میں پھر کوئی ایسا نہیں بنا
میدانِ کار زار کا دولھا نہیں بنا

(53)

کیا لرزہ خیز تھی علیؑ اکبر کی جنگ بھی
تنہا پہ وار کرتے تھے ہر سمت سے شقی
سینہ فگار کر گئی برچھی کی اک انی
ملت نے کیا شبیہہ پیمبرؐ کی قدر کی
قبلِ ظہور وقت پلٹ کر نہ آئے گا
اب کوئی ہم شبیہہ پیمبرؐ نہ آئے گا

(54)

عباسؑ کو فرات پہ جانے کا حکم تھا
پانی لبِ فرات سے لانے کا حکم تھا
مشک و علم کا بار اٹھانے کا حکم تھا
خود اپنے تیوروں کو بجھانے کا حکم تھا
بابا کی طرح گرچہ شجاعت میں فرد تھا
وقت آ پڑا تو صبر کے میداں کا مرد تھا

(55)

پرچم وہ سوئے نہر اُڑاتا ہوا چلا
دیوار آہنی کو گراتا ہوا چلا
تیغوں کو برچھیوں کو ہٹاتا ہوا چلا
حیدرؑ کا زور یاد دلاتا ہوا چلا
جھک کر ذرا اٹھی جو نظر کائنات کی
لپٹی تھیں اس کے پاؤں سے موجیں فرات کی

(56)

عباسؑ اور وفا میں کچھ ایسا ہے اتحاد
ذکر وفا کے ساتھ ہی آتی ہے اس کی یاد
مشکیزہ بھر لیا یہی پیاسے کی تھی مراد
آئی لبِ فرات سے آواز ''زندہ باد''
اونچا علم سے بھی یہ وفا کا نشاں رہا
دریا پہ ہاتھ ڈال کے تشنہ وہاں رہا

(57)

کتنا عظیم ہے علیؑ اصغر کا ماجرا
اس دور میں یہ درد کی تاثیر دیکھنا
اک سرزمینِ عیش کا شاعر تڑپ اٹھا
اپنی زباں میں نظم کیا جس نے مرثیا
یہ شاہکار نذر بہ عجز و ادب دیا
معصوم ہستیوں کا ستارہ لقب دیا

(58)

جو کربلا کی عظمتِ غم کو بڑھا گیا
جو محبتِ حسینؑ کو محکم بنا گیا
قربانیوں پہ سارے شہیدوں کی چھا گیا
دنیا کی جدوجہد پہ جو مسکرا گیا
احساس جس کے سامنے ہر غم کا سرد ہے
کیا دل گداز اس کے تبسم کا درد ہے

(59)

ایسی بنائے ظلم ہے اس کے گلے کا تیر
جس سے نگاہِ غیر میں اسلام تھا حقیر
ہوتی ہی جا رہی تھیں غلط فہمیاں کثیر
روکی ہمارے اشکِ عزا نے یہ دار و گیر
ماتم نے راز فاش کیے اہلِ شام کے
ہم نے بتا دیا وہ مسلماں تھے نام کے

(60)

خیمے میں کیا عجب ہے جو مادر کو ہو نہ چین
عالم یہ تھا کہ جیسے فضا کر رہی ہو بین
میّت تھی شیر خوار کی اور شاہِ مشرقین
اصغرؑ کو دفن کرکے زمیں سے اٹھے حسینؑ
اُٹھ کر عنانِ صبر بس اک بار کھینچ لی
کیا دل پہ گزری ہوگی جو تلوار کھینچ لی

(61)

ہمت فزا ہے آج بھی سبطِ نبی کی جنگ
ماحولِ درد و غم میں یہ تیغِ افگنی کے ڈھنگ
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و نیزہ و خدنگ
بالکل بدل چلا تھا زمیں آسماں کا رنگ
کچھ خوش نہ تھا وہ موت کی اس ترک و تاز میں
رخ سوئے فوج دل تھا خیالِ نماز میں

(62)

آپہنچا وقتِ عصر جو کچھ اور دن ڈھلا
اُترا فرس کو روک کے سلطانِ کربلا
وہ پیاس کیا تھی اور وہ لشکر تھا کیا بلا
مارا گیا نماز میں زہراؑ کا لاڈلا
جرأت تھی لازوال وغا بے مثال تھی
کرتا اُسے شہید یہ کس کی مجال تھی

(63)

وہ عصرِ تنگ اور وہ دھندلکا سا شام کا
سورج غمِ حسینؑ میں وہ ڈوبتا ہوا
وہ دل گداز عالمِ ارواحِ انبیاء
فرطِ الم سے لرزہ براندام کربلا
قدسی سرِ نیاز و ادب خم کیے ہوئے
آغوش میں نواسے کو نانا لیے ہوئے

(64)

اہلِ حرم کو پہلے ہی کچھ کم نہ تھے ملال
خیمے جلے تو اور ہُوا سب کا غیر حال
سجادؑ فرشِ خاک پہ تھے جس جگہ نڈھال
زینبؑ نے یہ بھتیجے سے آکر کیا سوال
جل جائیں پردہ دار کہ نکلیں خیام سے
پوچھا گیا یہ مسئلہ پہلا امام سے

(65)

باہر ہوئے جو خیموں سے ماتم زدہ حرم
آیا قلق سے گردنِ انسانیت میں خم
تھی لاڈلی بتولؑ کی تصویرِ درد و غم
تپتی ہوئی زمیں تھی لرزتے ہوئے قدم
توفیق صبر و ضبط سے آنسو پیے ہوئے
تطہیر کا جلال تھا پردہ کیے ہوئے

(66)

خیمے تھے شعلہ بار تو میدان خوں چکاں
سویا ہُوا تھا رات کا بیدار کارواں
سب کے لبو ں پہ موجِ تبسم تھی ضو فشاں
ہم ایسے منچلے ہیں یہ چہروں سے تھا عیاں
دنیا نشان حوصلہ مندی بھی دیکھ لے
سر برچھیوں پہ ہیں یہ بلندی بھی دیکھ لے

(67)

بے سر وہ جسم ذوقِ شہادت کی آبرو
بکھرے ہوئے تھے چاند ستارے سے چار سو
زینبؑ نے کی نہ بیٹوں کے لاشوں کی جستجو
مقتل کی سمت لے چلی بھائی کے خوں کی بو
جس راہ کی تلاش تھی وہ راہ پا گئی
آواز جیسے حلق بُریدہ سے آ گئی

(68)

پہنچی جو قتل گاہ میں دیکھا یہ ماجرا
بے سر ہے فرشِ خاک پہ زہراؑ کا مہ لقا
خیبر کشا کی بیٹی کا اللہ رے حوصلا
لاشہ اٹھا کے ہاتھوں پہ زینبؑ نے کی دعا
قربانیِ حسینؑ کا مقصد حصول ہو
یارب یہ نذر آلِ پیمبرؐ قبول ہو

(69)

اللہ یہ نبیؐ کے نواسے کی موت تھی
زینبؑ کا غم شریک ہو اتنا نہ تھا کوئی
برسا فلک سے خون زمیں تھرتھرا گئی
جو موج اُٹھی فرات سے سر پیٹتی اُٹھی
ماتم کا اہتمام کیا شش جہات نے
پُرسہ دیا امامؑ کا کُل کائنات نے

(70)

کس درجہ دردناک تھا وہ وقت وہ مقام
خاموش فرطِ غم سے تھے اہل حرم تمام
غیرت سے بیکسوں کو نہ تھی طاقتِ کلام
بے رحم کررہے تھے اسیری کا اہتمام
آواز تھی بلند سکینۂ کے بین کی
مقتل میں ہورہی تھی یہ مجلس حسینؑ کی

(71)

ہر دور میں رہے گی مجالس کی زیب و زین
بدلے یہ کائنات دبیں گے نہ دل کے بین
ہوگا نئے اصول سے پھر ماتمِ حسینؑ
سمجھیں گے اہلِ درد زیارت کو فرضِ عین
فرق آئے گا نہ ولولۂ اشتیاق میں
لاکھ انقلاب آئیں مزاجِ عراق میں

(72)

اہلِ زمیں کی آج ستاروں پہ ہے نظر
ممکن ہے کامیاب رہے چاند کا سفر
ہیں اپنی اپنی فکر میں ہر قوم کے بشر
مردانِ حق پرست کا جانا ہوا اگر
عباسؑ نام ور کا علَم لے کے جائیں گے
ہم چاند میں حسینؑ کا غم لے کے جائیں گے

رخصت طلب ہے نجم کی اب عارضی حیات
ستر برس کی عمر میں کچھ کم نہیں یہ بات
پچپن برس کے ملکِ سخن پر تصرفات
تیری ثنا گری ہے مرے گھر کی کائنات

مولا مرے سہیل کو بھی یہ مقام دے
دونوں کی خدمتوں کو حیاتِ دوام دے

○

مرثیہ

غیر مطبوعہ

ع: دنیا کی ہر روش کا ہے انجام انقلاب

(72) بند

علامہ کے غیر مطبوعہ مرثیہ کے چند بند (بخط نجم آفندی)